۱۳

اسلام میں
شراکتی کاروبار کا تصوّر

شریعۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

سلسلہ مطالعہ اسلامی قانون (۱۳)

اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور

شہزاد اقبال شام

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور

تالیف: ڈاکٹر شہزاد اقبال شام

نظر ثانی و راہ نمائی:
i- جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان
ii- پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن (مرحوم)
iii- پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی

نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس: راجہ محمد منیر / ڈاکٹر منظور احمد الازہری

نگران منشورات: ڈاکٹر اکرام الحق یٰسین

ناشر: شریعہ اکیڈمی،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

مطبع: ادارۂ تحقیقات اسلامی (پریس)
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

طبع: ہفتم

سال اشاعت: دسمبر ۲۰۰۷ء

قیمت:

فہرست مضامین

	صفحہ نمبر
۱۔ تمہید	۱
۲۔ لفظ "شرکہ" کی لغوی تحقیق	۲
۳۔ شراکت کا تصور قرآن و سنت میں	۳
۴۔ شراکت کی تعریف فقہ میں	۵
۵۔ شراکت کے ارکان	۶
۶۔ شراکتی کاروبار کی دو بڑی اقسام	۷
(۱) شرکہ یا شرکت	۷
(۲) مضاربہ یا مضاربت	۷
۷۔ شراکت کی اقسام	۸
(۱) شرکت مفاوضہ	۸
ا۔ بلوغ	۹
ب۔ دین میں مساوات	۹
(۲) شرکت عنان	۱۰
(۳) شرکت صنائع یا شرکت ابدان	۱۳
(۴) شرکت وجوہ	۱۴
ایک توجہ طلب نکتہ	۱۶
۸۔ مضاربت	۱۸
۹۔ لفظ مضاربت کی لغوی تحقیق	۱۹
۱۰۔ مضاربت فقہ اسلامی میں	۲۰
۱۱۔ مضاربت کے ارکان	۲۱
۱۲۔ مضاربت کی اقسام	۲۲

۱۳۔ مضاربت کی بنیادی شرائط ۲۲
(۱) شرائط وکالت ۲۲
(۲) مال میں اہلیت ۲۲
(۳) راس المال کا قابل انتقال ہونا ۲۳
۱۴۔ مضاربت کے عمومی مسائل ۲۳
۱۵۔ مضاربت موجودہ دور میں ۲۴
۱۶۔ مزید مطالعہ کے لئے ۲۵
۱۷۔ حواشی و حواشی جات ۲۵
۱۸۔ مصادر و مراجع ۲۸

پیش لفظ

اسلام کی طویل فکری اور عملی تاریخ میں مسلم اہل علم و دانش کو گوناگوں چیلنجوں اور مبارزتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دور تابعین میں وضع حدیث اور قضاء و قدر کے بارہ میں شبہات سے لے کر دور جدید کے مغربی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے استیلاء تک کا یہ سارا زمانہ ایک مسلسل فکری جہاد اور علمی دفاع سے عبارت ہے۔ اس پورے دور میں اہل علم نے نہ صرف حالات زمانہ کو پیش نظر رکھا' بلکہ ہر نئی فکری مبارزت کے جواب میں اکثر و بیشتر انہی ہتھیاروں اور وسائل سے کام لیا جن سے کام لے کر اسلام پر اعتراضات کئے گئے۔ اس کی کامیاب ترین مثال یونانی علوم و فنون سے مسلمانوں کا معاملہ ہے۔ ابتدائی سو' سوا سو سال کے عبوری دور کے بعد بھی مسلمان مفکرین نے یونانی منطق اور فلسفہ سے اسلامی عقائد کی تفسیر و توضیح کی اور اسلامی تعلیمات کی تبیین و تفہیم کا وہ کام لینا شروع کر دیا تھا جس کے عجیب و غریب نمونے امام غزالی' امام رازی' امام شاطبی اور شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ کی تحریروں میں ملتے ہیں۔

دور جدید میں اس کام کی اہمیت اور پیچیدگی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ پہلے مبارزت صرف ایک میدان میں تھی' یعنی فلسفہ' منطق اور عقلیات کا میدان۔ اب یہ مبارزت زندگی کے ہر میدان میں ہے۔ فلسفہ اور انسانی علوم سے لے کر روزمرہ زندگی کے مظاہر تک' آج ہر قدم پر دنیائے اسلام کو بیرونی اور خارجی قوتوں سے قدم قدم پر نبرد آزما ہونا پڑ رہا ہے۔ ان میں سے بعض مقامات میں یہ نبرد آزمائی نسبتاً" زیادہ اہم اور فوری نوعیت کی ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ ملت مسلمہ ان معاملات کے بارہ میں فوری طور پر اپنے کو صف آراء کرے اور اپنے وسائل و اسباب کو کماحقہ استعمال کرے۔ ان اہم اور فوری امور میں ایک انتہائی اہم مسئلہ قانونی' دستوری اور عدالتی معاملات کا ہے۔ اس میدان میں مغربی تصورات و افکار کے تسلط اور غلبہ نے ایک بڑے طبقہ کے ذہن کو متاثر بلکہ ماؤف کر دیا ہے کہ یہ طبقہ اسلام کے تصورات و نظریات کو سمجھنے میں اس طرح مشکل محسوس کرتا ہے جس طرح کوئی بھی مغربی دانشور ۔ تاہم یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ دنیائے اسلام میں اس صورت حال کے خلاف ایک شدید رد عمل اٹھتا نظر آرہا ہے جو اگر مثبت اور تعمیری خطوط پر آگے بڑھا تو ایک بڑی خوشگوار تبدیلی کا ذریعہ بنے گا۔

اسی رد عمل کا مظہر وہ دلی آرزو ہے جو اسلام کے تصور عدل و احسان پر مبنی معاشرہ کے قیام اور اسلامی تصورات کے عملی نفاذ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں اٹھتی نظر آتی ہے۔ اسی آرزو کی تکمیل کے انتظار میں آج لاکھوں گردنیں کٹ رہی ہیں' لاکھوں گھر اجڑ رہے ہیں' کتنے ہیں جو گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں اور کروڑوں دل ہیں جو اس دیرینہ خواب کی تعبیر کی تمنا

میں دھڑک رہے ہیں۔ لیکن اس خواب کی تعبیر اس قدر آسان نہیں ہے جتنا ہم میں سے بعض حضرات سمجھتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر ایک طویل سفر کی متقاضی ہے۔ ایسا طویل سفر جس کی پہلی منزل، ایک فکری تبدیلی، ایک تعلیمی تحریک اور ایک ذہنی انقلاب سے عبارت ہے ۔ جب تک اسلام کے تصورات و تعلیمات پر گہرا ایمان رکھنے والی، دور جدید میں ان کو روبہ عمل لانے کے جذبہ سے سرشار اور اس راہ کی مشکلات سے کلی طور پر آگاہی اور ادراک رکھنے والی نسل وجود میں نہیں آئے گی اس وقت تک اس خواب کو حقیقت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

اس پہلی منزل کا پہلا قدم اسلامی فقہ اور قانون کی کماحقہ تعلیم و تدریس اور اس سلسلہ میں ضروری مردان کار کی تیاری کا کام ہے۔ ایسے مردان کار جو اسلامی فقہ کو اس کے بنیادی ماخذ و مصادر سے براہ راست سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں، جن کو رائج الوقت قانونی، دستوری، اور عدالتی تصورات سے گہری لیکن ناقدانہ واقفیت حاصل ہو، جو شریعت کی حقانیت اور صلاحیت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں اور دور جدید میں اس کی تعلیمات کو روبہ عمل لانے کا مومنانہ جذبہ رکھتے ہوں۔ ایسے افراد کی تیاری وقت کی وہ اہم ضرورت ہے جس کو ہماری ملی ترجیحات میں ابھی تک وہ جگہ حاصل نہیں ہوئی جو اس کو ہونی چاہیے تھی۔

بلاشبہ ہمارے بہت سے دینی اداروں اوراسلامی تعلیم کے مراکزمیں فقہ کی تدریس و تحقیق کا کام ہو رہا ہے اور فقہی موضوعات پر کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ سب کچھ قطعاً" ناکافی ہے۔ اس تعلیم و تحقیق کاہمارے قانونی نظام اور دستوری اداروں پر اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ملک میں نفاذاسلام کے کام میں پیش رفت نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی شریعہ اکیڈمی اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے قائم کی گئی۔ اکیڈمی نے وکلاء اور ارکان عدلیہ کے تربیتی پروگراموں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ایک شعبہ قائم کیا جس کے تحت اردو اور انگریزی میں مختلف موضوعات پر جدید انداز سے اسلامی قوانین کے مختلف پہلوؤں پر کتابوں کی اشاعت کے ایک طویل المیعاد منصوبے کا آغاز کیا گیا ہے۔ تصنیف و تحقیق اور نشر و اشاعت کے اس طویل منصوبہ کے ساتھ ساتھ اکیڈمی نے آج سے چند سال قبل ایک شعبہ ایسا بھی قائم کیا جہاں فاصلاتی تعلیم کے اصولوں کے تحت فقہ اسلامی کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری یہ متواضعانہ پیش کش مقبول ہوئی اور اللہ رب العزت نے اپنی بے پایاں نعمت اور لامتناہی فضل سے ہماری اس کاوش کو کامیابی سے نوازا اور ہم تین سال کی مختصر مدت میں اس کورس کے ذریعہ پاکستان اور بیرون پاکستان کے کوئی ڈیڑھ ہزار افراد تک اسلامی قانون اور فقہ کی ایک مربوط اور جامع تصویر پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔

زیر نظر کورس وکلاء، طلبہ قانون اور عام تعلیم یافتہ حضرات کے لئے ہے۔ اس کا دورانیہ ایک سال ہے اور یہ چوبیس

اسباق یا یونٹوں پر مشتمل ہے جن میں فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ ہر سبق میں تدریسی مواد کے ساتھ ساتھ مزید مطالعہ کے لئے کتابوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مطالعہ قانون اسلامی کے اس ابتدائی کورس کے بعد چار دوسرے کورس بھی تیار کرائے جارہے ہیں جو فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر ہیں۔ ہمارے ان "ایڈوانس کورسز" کی تیاری کا کام جاری ہے اور جلد ہی ہم ان کو بھی شروع کر دیں گے۔

کچھ اس یونٹ کے بارہ میں

تاجر حضرات کی باہمی تجارتی سرگرمیوں میں سے ایک اہم تجارتی صورت مل جل کر مشترک کاروبار کرنا بھی ہے ۔ کاروبار کی یہ شکل اتنی ہی قدیم ہے جتنا خود مہذب انسان کا وجود ۔ شراکتی کاروبار کا وجود بعثت محمدی کے وقت بھی مختلف شکلوں اور مختلف شرائط کے ساتھ موجود تھا ۔ کاروبار کی یہ شکل بھی دیوانی معاہدے ہی کی ایک صورت ہے ۔ اس لیے اس کے اساسی تصورات کا نظریہ عقد سے گہرا تعلق ہے جس کے بارہ میں گزشتہ یونٹ میں گفتگو کی جا چکی ہے ۔ اسلام کے قانون معاہدہ میں اتنی لچک اور گنجائش موجود ہے کہ اس کے تحت انسانی تعلقات کی نت نئی شکلیں معرض وجود میں آتی رہتی ہیں ۔ ان شکلوں میں سے ہر ایک کی اپنی الگ الگ شناخت ہے اور یہ شناخت ان جزئیات پر مبنی ہوتی ہے جن سے وہ معاہدہ تشکیل پاتا ہے ۔ شراکتی کاروبار بھی قانون معاہدہ کی ایسی ہی ایک شکل یا فرع ہے جس کی الگ شناخت اس کی الگ جزئیات سے عبارت ہے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قانون معاہدہ کی مجموعی اسکیم کے اندر رہتے ہوئے شراکتی کاروبار کے معاہدہ پر الگ سے گفتگو کی جائے ۔

"اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور" مطالعہ اسلامی قانون کا تیرہواں یونٹ ہے جس کی ابتداء ہی میں حسب قاعدہ شراکت کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم واضح کئے گئے ہیں جس کے بعد اس بارہ میں قرآن و سنت کے تصورات یکجا کرتے ہوئے شراکت کے ارکان کا بیان ہے ۔ پھر شراکتی کاروبار کی دو بڑی اور اہم اقسام ---- شراکت اور مضاربت ---- کا تعارف کرایا گیاہے۔ ان دونوں کے ذیل میں ان کی ذیلی قسموں کا ذکر بھی کیا گیا ہے ، اور شراکت کی چاروں قدیم اور روایتی اقسام ، شرکت مفاوضہ ، شرکت عنان ، شرکت وجوہ اور شرکت ابدان کی وضاحت کی گئی ہے ۔ شرکت کی ان اقسام کے تعارف کے بعد مضاربت کا ذکر کرایا گیا ہے اور آخر میں مزید مطالعہ کے لیے بعض کتب کی نشاندہی کی گئی ہے ۔

سرمایہ دارانہ معیشت کی ان معاشی ایجادات کی فہرست مرتب کی جائے جنھوں نے انسان کی آزاد معاشی سرگرمیوں کو ہر طرف سے جکڑ کر رکھ دیا ہے تو ہمیں نظر آئے گا کہ ان میں سرفہرست سود کی لعنت اور ہمہ مقتدر کمپنی کا تصور ہے ۔ اول الذکر کے ذریعے سے معاشرے کے مالیاتی نظام کا ایک ایک قطرہ نچڑ کر ایک بڑے تالاب ---- بنک ---- میں جمع ہو جاتا ہے اور

پھر اس تالاب سے ملٹی نیشنل کارپوریشنوں اور بڑی بڑی کمپنیوں کی شکل میں پلنے والے بڑے بڑے عفریتوں کو سیراب کیاجاتا ہے۔

اس تناظر میں اسلام میں شراکتی کاروبار کے تصور پر سرسری نظر ڈالی جائے تو فورا" اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ لاضرر ولا ضرار کے سنہرے اصول پر قائم ہے - نہ تو اس میں کسی سرمایہ کار کے جابرانہ استحصال کا تصور موجود ہے اور نہ کاروبار میں خسارے کی صورت میں ساہوکاروں کے صاف بچ نکلنے کی کوئی صورت - شراکتی کاروبار میں شراکت دار کی ذمہ داری محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ الخراج بالضمان کے عادلانہ اصول کے تحت ان تمام چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہے جن کا نفع وہ بے دھڑک حاصل کر رہا تھا -

ان حالات میں ضروری ہے کہ صدیوں کے دھندلائے ہوئے شرعی احکام و معاملات کو از سر نو اہل دانش کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ سوچ کی نئی نئی راہیں دریافت ہو سکیں - اکیڈمی امید کرتی ہے کہ اہل علم اصحاب میں ہماری یہ کوشش پذیرائی حاصل کرے گی اور ان کے مشورے ہمیں حاصل رہیں گے - اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری یہ عاجزانہ کوشش قبول فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر محمود احمد غازی
ڈائریکٹر جنرل، شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۲۱ صفرا لمظفر ۱۴۱۸ھ
۲۷ جون ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

انسانوں سے مل کر تشکیل پانے والی اکائی جسے معاشرہ کہتے ہیں، مختلف انسانی تعلقات سے عبارت ہے۔

ایک شخص مالدار ہے لیکن خاص کاروباری میدان میں اس کا تجربہ نہیں ہے اس لئے وہ اس میدان کے کسی ماہر شخص کے تعاون اور معاشی عمل کے ذریعے اپنے مال میں اضافہ کرتا ہے۔ کسی شخص کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ اس کی دلچسپی کے میدان میں سرمایہ کاری کرنے سے اس کے سرمایے میں اضافہ ہو سکے۔ کوئی شخص یہ سب کچھ رکھتے ہوئے بھی کسی ماہر فن کا محتاج ہے جس کے تعاون کے بغیر وہ کاروبار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انسانوں کے درمیان تعاون کی کئی شکلیں وجود میں آئیں۔ من جملہ دوسرے انسانی تعلقات اور متنوع تعاون کے، کاروباری معاملات کی ایک شکل حصہ داری کی بھی ہے جس کا ذکر ہم اس باب میں کریں گے۔

کاروباری زندگی میں شراکت اور کسی کاروبار کو مل جل کر چلانے کا تصور نیا نہیں ہے، انسان کی تمدنی زندگی کے آغاز ہی سے اس کی ابتدا ہو گئی تھی اور دنیا کی ہر تہذیب میں کسی نہ کسی شکل میں اس کا وجود لازماً رہا ہے۔ اسلام نے اس کے لئے نئے سرے سے کوئی اصول وضع نہیں کئے بلکہ بعثت محمدی کے وقت عرب معاشرے میں رائج ان اصولوں کی چھان پھٹک کے بعد ان میں سے صالح عناصر کو باقی رکھا گیا اور ان عناصر کو کالعدم قرار دیا جو معاشرے کے لئے باعث فساد تھے اور یوں دنیا کے سامنے ایک پاکیزہ، مقدس اور بہترین کاروباری تصور آگیا جو کسی بھی علاقے اور کسی بھی زمانے کے مسلم معاشرے کے لئے قابل عمل ہے۔

شراکتی کاروبار موجودہ زمانے میں اس قدر متنوع اور وسیع شکل اختیار کر چکا ہے کہ اس پر تفصیلی گفتگو کرنا اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں ایک طرف عمومی طور پر وہ شراکتی کاروبار ہے، جو عرف عام میں دو یا تین افراد خانہ سادہ انداز میں چلاتے ہیں جس کے لئے کوئی تحریری معاہدہ ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ یہی کاروبار جب ذرا وسیع پیمانے پر کیا جائے تو اسے ایک خاص انداز میں چلایا جانا ضروری ہو جاتا ہے جس کے لئے قانون سازی کی گئی ہے (Partnership Act, 1932)- شراکتی کاروبار ہی کی ایک شکل کمپنی کی صورت میں ملتی ہے جس کے لئے الگ سے قانون ہے (Companies Ordinance, 1984) - پھر ان دونوں طریقوں کی بھی کئی اقسام ہیں جو ذرا سی تبدیلی سے

یکسر مختلف ہو جاتی ہیں جیسے کمپنی ہی کی ایک قسم لیمیٹڈ کمپنی ہے جو اپنی گارنٹی کے اعتبار سے لیمیٹڈ ہے یا حصص کے اعتبار سے۔ اسی طرح کمپنی ہی کی ایک قسم (Unlimited) ہے۔ شراکتی کاروبار ہی کی ایک شکل یوں بھی ہے کہ ایک شخص محض سرمایہ لگائے اور دوسرا اس سرمایے کے ساتھ اپنی محنت، تجربہ، ذہانت، وقت اور دور اندیشی کے ذریعے اس کی ترقی کا باعث ہو۔

کاروبار کی یہ تمام اقسام قانونی حلقوں میں معروف ہیں۔ لہٰذا قانون دان اصحاب ان کی جزئیات سے بخوبی آگاہ ہیں جو ہماری روزمرہ کاروباری، معاشی، تجارتی اور قانونی زندگی میں رائج ہونے کے باعث تمام حلقوں میں متعارف ہیں اس لئے رائج الوقت ملکی قانون سے صرف نظر کرتے ہوئے ہماری کوشش یہ ہو گی کہ اسلامی نظام معیشت میں پائی جانے والی شراکت کا ایک مختصر سا تعارف کرایا جائے۔ اس لئے اس باب میں ہم وہ اصطلاحات اور نظام معیشت متعارف کرائیں گے جو ہماری عملی زندگی میں نہ صرف رائج رہیں بلکہ انہوں نے نہایت کامیابی سے ہر دور میں اسلامی معیشت کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ نئے پیش آمدہ مسائل کو بھی حل کیا۔

لفظ "شرکہ" کی لغوی تحقیق

لفظ شراکت کے لئے عربی زبان میں اسی سے ملتا جلتا لفظ شرکت یا شرکہ استعمال ہوتا ہے۔ لفظ شرکہ عرب انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں جن کے لئے انگریزی میں کمپنی (Company) اور (Partnership) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں لیکن شرکہ کا یہ جدید استعمال ہے بلکہ بحالت مجبوری کمپنی کا عربی میں ترجمہ ہے ورنہ جہاں تک کتب فقہ کا تعلق ہے ان میں لفظ شرکہ قدرے مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اردو زبان میں "شرکہ" سے ملتے جلتے کئی الفاظ ملتے ہیں۔ شریک اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی شے میں حصہ دار ہو۔ اسی سے مماثل ایک لفظ مشرک بھی ہے۔ اصطلاحاً" مشرک وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو اس کا شریک یعنی حصہ دار بنائے۔ لفظ مشترک بھی اسی لفظ سے نکلا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص یا شے کی کچھ صفات دوسری شے یا شخص میں پائی جاتی ہیں۔ شرک بہت عام فہم لفظ ہے جس کے معنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ کاروبار میں حصہ داری کے لئے شرکت یا شراکت کی اصطلاح مستعمل ہے جو اسی لفظ شرکہ سے متعلق ہے۔ کسی اجلاس میں شمولیت یا بیٹھنے کے لئے شرکت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ رسائل و جرائد کے سالانہ چندے کے لئے بدل اشتراک کی اصطلاح بھی یہیں سے نکلی ہے۔ شریک کی جمع شرکاء ہے۔

یہ تمام الفاظ عربی سے اردو میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے معانی کم و بیش وہی ہیں جو عربی میں مستعمل ہیں۔ ان تمام الفاظ پر غور کیا جائے تو شریک، مشترک، شرک، شراکت، شرکت، شرکاء اور اشتراک میں ہمیں تین حروف لازماً ملتے ہیں اور وہ ش، ر، ک ہیں۔ یہی تین حروف ان تمام الفاظ کی اساس ہیں جو دوسرے حروف کے ساتھ تعامل سے شکلیں بدل بدل کر نئے نئے معانی دیتے ہیں۔

ان تین حروف سے مل کر بننے والے تمام الفاظ میں ایسا مفہوم لازماً ملتا ہے جو سب کا احاطہ کر سکتا ہے اور وہ ہے مختلف عناصر یا ان کی صفات کا باہم متحد ہو جانا' چاہے ان کا یہ اتحاد جبری ہو' جیسے میت کی وراثت میں ورثاء کی شرکت، یا تجارت میں کئی افراد کا باہم برضا رغبت شریک ہونا یا اللہ کے ساتھ کسی کو حصہ دار ٹھہرا کر شرک کا ارتکاب کرنا۔ یہ تمام الفاظ ایک سے زائد خصوصیات یا افراد کی شرکت کو ظاہر کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

قدیم کتب فقہ میں شرکہ کا مفہوم یہ ہے کہ مال کو باہم خلط ملط کر کے اس طرح ملا دیا جائے کہ ہر شریک کا مال پہچانا نہ جا سکے اور اگر یہی مفہوم جدید قانونی زبان میں لیا جائے تو اس سے مراد کچھ افراد کی کاروباری شراکت ہے جسے انگریزی میں لفظ کمپنی (Company) کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کتب فقہ کے مفہوم میں شرکت سے مراد مال کی شرکت ہے اور کمپنی کے مفہوم میں افراد کی شرکت شامل ہے۔

شرکہ کا یہ دوسرا مفہوم ہی قانونی حلقوں میں عام فہم اور معروف ہے اس لئے آئندہ سطور میں ہم جب بھی شرکہ کی اصطلاح استعمال کریں گے اس سے مراد کتب فقہ کی اصطلاح ہو گی جس میں شراکت سے متعلق چند اصولی لوازم پر بحث ہے۔

خالصتاً لغوی معنوں میں البتہ شرکہ سے مراد اختلاط ہی ہے۔

شراکت کا تصور قرآن و سنت میں

ش، ر، ک پر مبنی الفاظ، جو شراکت کا مفہوم ادا کرتے ہیں، ہمیں قرآن و سنت میں کئی مقامات پر ملتے ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ شراکت شرعاً درست ہے۔ وراثت کے ضمن میں میت کے حصہ داروں کا حصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ (نساء، ۴:۱۲)

پس وہ سب ایک تہائی حصہ میں شریک ہوں گے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان ہے۔

وَمَالَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ (سباء، ۳۴:۲۲)

وہ (مشرکین کے معبود) آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں۔

ایک تیسرے موقع پر لفظ "شرکاء" کو بدل کر اس ترکیب کا لغوی متبادل "خلطاء" استعمال کیا گیا ہے۔

وَاِنَّ كَثِيْراً مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ص، ۳۸:۲۴)

اور مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔

شراکت اور مشترک کاروبار کا وسیع تصور ہمیں احادیث نبوی اور سنت مطہرہ سے ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا ثالث الشریکین ما لم یخن احد هما صاحبه فاذا خانه خرجت من بینهما (۱)

میں کاروبار کے دو شرکاء میں تیسرا ہوں تاوقتیکہ ایک اپنے دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہ کرے اور اگر وہ خیانت کرے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں یہ مفہوم یوں آیا ہے۔

ید الله علی الشریکین مالم یختاونا(۲)

جب تک دو شرکاء آپس میں ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں اللہ کا دست (شفقت) ان پر رہتا ہے۔

ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ خود بھی شراکت کے کاروبار میں شریک رہ چکے تھے۔ مکی زندگی میں سائب بن شریک آپ کے کاروبار شریک ساتھی تھے۔ بہت بعد میں ان کی ملاقات رسول اللہ سے مدینہ میں ہوئی اور اس شراکت کی یادیں بھی تازہ ہوئیں تو رسول اللہ نے پسندیدگی کے ساتھ ان یادوں کا ذکر فرمایا اور سائب بن شریک کے محاسن بھی بیان فرمائے(۳)۔ المبسوط ہی کے حوالے سے کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ہمارا کچھ سرمایہ حضرت عائشہ کے پاس جمع تھا۔ آپ لوگوں کو کاروبار کے لئے یہ سرمایہ دیا کرتی تھیں۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کیا تھا۔ یہ حضرت عمرؓ ہی کے بارے میں

ہے کہ آپ بیت المال کے مال کو مضاربت کے لئے دیا کرتے تھے۔ یتیموں کے مال کی بڑھوتری کے لئے آپ لوگوں کو اس مال سے تجارت کے لئے کچھ دیتے تھے(۴)۔

لہٰذا انہی قرآنی احکام و تعلیمات، احادیث نبوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور صحابہ کرامؓ کے آثار پر عمل پیرا رہتے ہوئے مسلمان رسول اللہ سے لے کر آج تک کاروبار میں شراکت کے ذریعے تجارت کرتے آئے۔ اس سے نہ تو آپؐ نے لوگوں کو روکا اور نہ بعد کے فقہاء میں سے کسی نے شراکت کی معروف اور وقت کے ساتھ بدلتی اقسام کو خلاف اسلام قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ کاروبار میں شراکت پر مسلمان ہر زمانے میں اور آج بھی عمل پیرا ہیں۔ لہٰذا شرعاً" یہ درست تعامل ہے۔

شراکت کی تعریف از روئے فقہ

چاروں فقہی مکاتب فکر میں شراکت کی تعریفیں ملتی ہیں۔ یہ تمام تعریفات معمولی فرق کے ساتھ کم و بیش ایک جیسی ہیں۔ احناف شراکت (شرکہ) کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

عبارۃ عن عقد بین المتشار کین فی راس المال والربح(۵)

شرکت عبارت ہے اس معاملے سے جو شرکاء میں راس المال اور منافع کے بارے میں طے پاتا ہے۔

مالکی مکتب فکر نے شراکت کی تعریف یوں کی ہے۔

ھی اذن فی التصرف لھما مع انفسھما (۶)

(شرکت سے مراد) دونوں شریکوں کے لئے ایک دوسرے کے تصرف کے لئے وہ اجازت ہے جس میں دونوں کے اعمال کا تصرف شامل ہے۔

حنابلہ کی وضع کردہ تعریف اس طرح ہے۔

ھی الاجتماع فی استحقاق او تصرف(۷)

(شرکت سے مراد) کسی حق کے حصول یا (کسی شے کے) تصرف میں جمع ہونا ہے۔

ان چاروں معروف فقہی مکاتب فکر کی وضع کردہ تعریفوں پر غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ احناف کے سوا باقی تینوں مذاہب کی تعریفیں فکری اور نظری گتھیوں کو سلجھانے کے لئے تو مفید ثابت ہو سکتی ہیں لیکن عملی میدان

میں مفید اور کار آمد تعریف احناف ہی کی ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آج بھی قانونی حلقے اسے اسی طرح تر و تازہ محسوس کر سکتے ہیں جیسے صدیوں قبل وہ وضع کی گئی تھی۔ اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باقی فقہاء کے پیش نظر شراکت کا وسیع مفہوم رہا ہو جس میں اجباری شراکت' جیسے وراثت بھی شامل ہے' اس لئے انہوں نے اس کی ذرا وسیع معنوں میں تعریف کی ہے اور احناف کے نزدیک شراکت کا وہی مفہوم رہا جو عام فہم اور عامہ الناس کے لئے رہا ہو اور جس میں اجباری شراکت شامل نہ ہو۔ جدید زمانے میں رائج الوقت شراکت کی تعریف کم و بیش وہی ہے جو احناف کی ہے۔

> Partnership is the relation between persons who have agreed to share the profits of a bussiness carried on by all or any of them acting for all (٨)
>
> شراکت ان افراد کے درمیان پایا جانے والا تعلق ہے جو کسی ایسے کاروبار کے منافع میں شریک ہونے پر متفق ہو جائیں جو ان سب کے ذریعے یا ان میں سے کسی ایک کے ذریعے جو سب کے لئے کام کرے' چلایا جا رہا ہو۔

یہ تعریف بھی عام فہم اور عامہ الناس کے تصور کے عین مطابق ہے۔ اس لئے فقہاء میں سے ہم احناف کی وضع کردہ تعریف بلا تامل قبول کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اب ہم فکری اور نظری بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے شراکت سے متعلق انہی عنوانات کو زیر بحث لائیں گے جو ان دونوں مفہوم کے احاطے میں آ سکے یعنی جس کا وجود کسی معاہدے (Contract) یا اقرار (Agreement) کے ذریعے ثابت ہو۔ باقی رہی اجباری شراکت جیسے وراثت میں شریک ہونا' تو یہ ہماری گفتگو کے دائرے سے باہر ہے۔

معاہدے یا اقرار کے ذریعے وجود میں آنے والی شراکت کے لئے کتب فقہ میں ایک اور اصطلاح استعمال ہوتی ہے جسے "شرکہ العقد" کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ شراکت ہے جو کسی عقد یا معاہدے کے ذریعے عمل میں آئے۔ اس نوع کی تعریف احناف کے نزدیک وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شراکت میں ارکان کی تعداد

شراکت دوسرے معاہدات کی طرح عقد ہی کی ایک شکل ہے' اس لئے اس کے ارکان کی تقسیم بھی اسی طرح ہے جس طرح دوسرے معاہدات کی ہے۔ احناف کے نزدیک شراکت صرف ایجاب و قبول سے عبارت ہے' رہا مال

تو یہ معاہدے کی ماہیت سے باہر ہے' معاہدے کے اندر داخل نہیں ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک البتہ شراکت کے تین ارکان ہیں۔ ایجاب و قبول' شراکت دار جو ایک سے زائد ہوں اور شراکت کے اموال یا اعمال جن کی بناء پر شراکت کی جا رہی ہو اور جو نفع کا باعث ہوں۔ یہ تینوں ارکان وہی ہیں جن کا بیان ہم عقد کی بحث میں کر چکے ہیں۔ تفصیل گزشتہ باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

شراکتی کاروبار کی دو بڑی اقسام

یوں تو شراکتی کاروبار کی تقسیم کئی اعتبار سے ممکن ہے جس کا تفصیلی بیان آئندہ سطور میں آ رہا ہے لیکن سہولت کی خاطر ان تمام انواع کو دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں انواع ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں مگر دونوں ایک ہی مقصد کے تحت وجود میں آتی ہیں اور وہ ہے مشترک کاروبار کے ذریعے حصول منفعت۔ یہ انواع مندرجہ ذیل ہیں۔

شرکہ یا شراکت

کاروبار میں شراکت کی یہ سب سے معروف قسم ہے۔ روزمرہ زندگی میں اس کا عام مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں چند افراد مل کر سرمایہ لگاتے ہیں جس کا نفع سرمایے کے تناسب سے ان کے درمیان تقسیم ہوتا ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ تمام شریک لازماً سرمایہ لگاتے ہیں اور طے شدہ شرائط کے مطابق نفع میں سے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں یا یوں بھی ممکن ہے کہ چند افراد مل کر اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مشترک کاروبار کریں اور نفع میں شریک ہوں۔ اس قسم میں نفع کی مقدار پہلے سے طے کرنا سود کے زمرے میں آ جاتا ہے جو شرعاً غلط ہے' لیکن نسبت تناسب کے اصول پر نفع طے کر لیا جائے تو یہ جائز ہے۔

مضاربہ یا مضاربت

مضاربت کی اصطلاح اردو میں اب غیر معروف نہیں رہی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک یا چند افراد کاروبار میں سرمایہ لگائیں اور ایک یا چند افراد مل کر اس سرمایہ میں اپنی ذہانت' محنت' تجربہ اور وقت شامل کر کے کاروبار کریں اور اس طرح حاصل ہونے والے نفع میں دونوں فریقوں کا تناسب پہلے طے کرنا ہو تو سرمایہ کار نصف منافع حاصل کر سکتا ہے' اس کا حصہ ایک تہائی بھی ہو سکتا ہے اور دو تہائی بھی حاصل کرنے کی شرط لگائی جا سکتی ہے لیکن منافع کی مقدار طے نہیں کی جا سکتی۔ جیسے کوئی کہے کہ ایک لاکھ روپیہ لے کر کاروبار کرو اور مجھے بس دس ہزار سالانہ یا ماہانہ

دے دیا کرو باقی منافع تم خود رکھ لیا کرو، یہ سود کی ایک شکل ہے جو حرام ہے۔ اس کے برعکس یوں طے ہو سکتا ہے کہ حاصل ہونے والے منافع میں سے چالیس فیصد سرمایہ کار کا حصہ ہو گا باقی محنت کرنے والے کا۔ اس نوع کی شراکت میں ایک فریق محض سرمایہ لگاتا ہے، کاروبار چلانے کے لئے درکار محنت میں اس کا حصہ نہیں ہوتا، اور دوسرا فریق محض اپنی محنت، ذہانت، تجربہ اور وقت کو فریق اول کے فراہم کردہ سرمایے کے ساتھ ملا کر منفعت حاصل کرتا ہے جس میں دونوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اس طریقہ کاروبار کو مضاربت کہتے ہیں۔

کاروبار کے یہ دونوں طریقے شرعاً جائز ہیں جن کے احکام الگ الگ ہیں۔ یہاں شراکت کے عمومی و ابتدائی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

شراکت کی اقسام

شراکتی کاروبار کو دو اہم قسموں میں تقسیم کرنے کے بعد ان دونوں پر قدرے تفصیل کے ساتھ بحث کی جائے گی۔ پہلی قسم جس کو اصطلاح میں "شرکہ" کہا جاتا ہے، اس کی مزید چار اقسام ہیں۔

ا۔ شرکہ مفاوضہ

شراکت کی پہلی قسم شرکت مفاوضہ ہے۔ شرکت کی تشریح کی جا چکی ہے۔ مفاوضہ تفویض سے نکلا ہے اور تفویض اردو میں بہت معروف لفظ ہے جس کا ایک انگریزی مترادف (Delegation) بھی ہے۔ مفاوضہ کے معانی میں ایک مفہوم مساوات کا بھی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شراکتی کاروبار کی اس نوعیت کو شرکت مفاوضہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے کاروبار میں تمام شریک برابر سرمایہ کاری کرتے ہیں اور تمام شرکاء سرمایہ کاری کے بعد معاشی جدوجہد میں بھی مساویانہ طور پر حصہ لیتے ہیں۔ کوئی شخص دفتر میں بیٹھا ہے، تو کوئی دوسرے دفتروں میں جا کر اپنے مال کا تعارف کراتا ہے اور معاملہ طے ہونے پر اس کی بہم رسانی کے انتظامات کرتا ہے، کوئی شریک دوسرے سے مال خرید کر گوداموں میں رکھتا ہے۔ اسی طرح کاروبار کی نوعیت کے مطابق باقی شرکاء بھی اپنے اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کرتے ہیں۔ اس قسم کے شرکاء میں مکمل مساوات کا تصور ہے، نہ صرف مال میں بلکہ اعمال میں بھی۔ مساوات کا یہ مکمل مساویانہ تصور لامحالہ دو اور اہم عناصر کا تقاضا کرتا ہے جن کے بغیر یہ دونوں اشیاء حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مساوات کا اصول اپنایا جاتا ہے۔ یہ دو عناصر بلوغ اور شرکاء کے دین میں مساوات ہیں۔

بلوغ

جب یہ طے ہو جائے کہ حصص کے ساتھ ساتھ تمام شرکاء کی ذمہ داریاں اور تصرفات بھی برابر برابر ہوں گے تو پھر شرکاء کی اہلیت بھی برابر ہو گی۔ مثلاً اگر ایک حصہ دار نابالغ ہو تو وہ کاروباری مال میں تصرف کے لئے اپنے ولی یا سرپرست کی اجازت کا محتاج رہے گا۔ سرپرست کی الگ سے شخصیت ہے۔ کسی وقت وہ ایک معاملہ میں تصرف کی اجازت دے سکتا ہے تو کبھی دوسرے معاملہ میں وہ نابالغ کو روک بھی سکتا ہے۔ اس کے برعکس باقی شرکاء اس رکاوٹ کا شکار نہیں بلکہ وہ آزاد فیصلے کر کے آزادانہ تصرف کرتے ہیں۔ نابالغ ہر معاملے میں اپنے سرپرست سے رجوع کرتا ہے۔ لہٰذا شرکت مفاوضہ کی روح تقاضا کرتی ہے کہ اس نوع کے کاروبار میں بچے یا نابالغ کو شریک نہ کیا جائے۔

دین میں مساوات

کاروبار میں تصرف کی مساوات یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ تمام شرکاء کے دین یا مذہب بھی ایک ہی ہوں۔ اگر ایک شریک مسلمان ہے تو سب کو مسلمان ہی ہونا چاہیے۔ تمام شرکاء عیسائی' ہندو یا کسی اور مذہب کے پیروکار بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک کاروبار کو چلانے والے حصہ داروں کا مذہب الگ الگ ہو تو یہ شرکت مفاوضہ کی اساس کے منافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کاروبار میں تمام شرکاء کے تصرفات برابر ہوتے ہیں اس لئے عملاً تمام شرکاء کی دلچسپیاں اور مشاغل بھی ایک جیسے ہونا چاہئیں ورنہ یہ باعث فساد ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز کے لئے کسی کاروبار کے چند مسلمان شریک تمام کاروبار چھوڑ کر نماز پڑھنے میں مصر ہوں اور چند دوسرے ہندو یا عیسائی شرکاء کے خیال میں یہی وقت کاروبار میں تیزی کا ہو تو یہ اختلاف رائے دوسروں کے خیال میں کاروبار کے لئے نقصان دہ ہے جو بالآخر مجموعی طور پر کاروبار کے لئے باعث ضرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا نے شرکت مفاوضہ میں ہر طرح کی مساوات کو شراکت کے لئے لازمی شرط قرار دیا ہے۔ الہدایہ میں آتا ہے۔

شركة المفاوضة فهى ان يشترک الرجلان فيتسا ويا فى مالهما و تصرفهما و دينهما لانها شركه عامه فى جميع التجارات يفوض كل واحد منهما امرا الشركة الى صاحبه على الاطلاق (۹)

شرکت مفاوضہ شراکت کی وہ قسم ہے جس میں دو (یا دو سے زائد) اشخاص اس طرح حصہ دار ہوں کہ ان کو مال میں تصرف کا اختیار ہو اور سب کا مذہب ایک جیسا ہو کیونکہ تمام تجارتی امور

میں یہ عمومی شراکت ہے جس میں ہر شراکت دار اپنے تجارتی امور دوسرے کو تفویض کرتا ہے۔

شرکت مفاوضہ میں ہر شریک اپنے باقی شرکاء کا وکیل (Agent) ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اس شراکت کے بہترین مفاد کے حصول کے لئے اپنی طے شدہ ذمہ داری ادا کرنے میں جواب دہ ہے۔ اگر مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے وقت ایک شریک سے مال ضائع ہو جائے تو اس ضیاع میں تمام حصہ دار برابر کے شریک ہوں گے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شریک کے ایک عمل کی وجہ سے حاصل ہونے والے منافع میں سب شرکاء حصہ دار ہوتے ہیں۔ شراکتی مال کاروبار یا اثاثوں کے عوض قرض حاصل کرنے کے لئے ہر حصہ دار کا تصرف اتنا ہی ہے جتنا طے کیا گیا ہو، اگر طے نہ کیا گیا ہو تو کوئی حصہ دار بھی اپنی مرضی سے کاروباری اثاثوں کے عوض اکیلا قرض حاصل کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ خواہ وہ کاروبار کی بہتری کے لئے اپنی بہترین بصیرت کے مطابق ہی ایسا کیوں نہ کر رہا ہو۔ اسی طرح حصہ داروں کے مابین طے شدہ تصرفات سے کسی بھی حصہ دار کا انحراف، تجاوز یا رد وبدل صرف اسی حصہ دار کے لئے وبال ہے، باقی شرکاء بری الذمہ ہیں۔ کسی گڈز ٹرانسپورٹ کمپنی میں حصہ داروں کے مابین اگر یہ طے ہو کہ برسات کے موسم میں فلاں علاقے میں گاڑیاں نہیں بھیجی جائیں گی، اور کسی حصہ دار کے کہنے پر کوئی گاڑی برسات کے موسم میں اس علاقے میں جانے کے باعث حادثے کا شکار ہو جائے تو تمام تاوان متعلقہ حصہ دار پر ہو گا، باقی شرکاء بری الذمہ ہوں گے۔ اسی طرح اس قسم کی شراکت میں کاروباری سرمایے میں سے کوئی شریک کسی کو کچھ ہبہ بھی نہیں کر سکتا۔ موجودہ دور میں اس قسم کی شراکت کی ابتداء شرائط یعنی مال، تصرف اور دین میں مساوات کو پیش نظر رکھتے ہوئے باقی امور طے کئے جا سکتے ہیں کیونکہ کاروبار کی شکلیں اس قدر نت نئی ہیں اور ان میں قسم قسم کی خدمات کی ضرورت رہتی ہے اس لئے محض یہ کہہ دینا کہ تمام شرکاء تصرف میں برابر ہیں، کافی نہیں ہے بلکہ تصرف کی نوعیت کا تعین لازمی ہے۔ البتہ مجموعی طور پر تمام حصہ داروں کا تصرف کا حجم بالاخر یکساں ہونا چاہیے۔

۲-شرکت عنان

عنان عربی میں باگ کو کہتے ہیں۔ گھوڑے کی باگ کے لئے عرب، عنان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ گھر کی چار دیواری کے لئے "عنان الدار" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ "اعنان السماء" آسمان کے جوانب و اطراف یعنی افق کے لئے وضع کردہ اصطلاح ہے۔ دو اشخاص کی فضیلت ایک جیسی ہو تو عرب کہتے ہیں "وهما يجريان فى عنان" اردو میں کسی کے برسراقتدار آنے پر عنان اقتدار سنبھالنے کی ترکیب استعمال ہوتی ہے۔ گویا اقتدار یا ملک ایک

گھوڑا ہے جس کو چلانے کے لئے ایک نیا سوار آگیا ہے۔

عنان کے محولہ بالا استعمالات میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے رسی ڈور یا دیوار کے ذریعے کسی شے کو محصور کر دینا۔ گھر کے گرد دیوار کو عنان الدار اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے گھر کو محصور کر دیا جاتا ہے' افق آسمان کے کناروں کو مجازاً محصور کر دیتا ہے' تب افق کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اسی طرح گھوڑے کا سر اور گردن دو رسیوں میں محصور ہوتے ہیں۔ حصار قائم کرنے والی شے کو عنان کہتے ہیں۔ شراکت کی اس قسم کو شرکت عنان اسی لئے کہتے ہیں کہ کاروبار کی اس شکل کو شرکاء کی آپس میں طے کردہ بعض شرائط محصور کر دیتی ہیں۔ کاروباری حصص یا سرمایے میں عدم مساوات ہی شرکت عنان کا طرہ امتیاز ہے اور جہاں سرمایہ مساوی نہ ہو وہاں تصرفات کے اختیارات اور حاصل شدہ منافع میں مساوات معدوم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا شرکاء کے مابین آپس کی طے پانے والی شرائط کے ذریعے محصور کئے جانے والے کاروبار کو شرکت عنان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ شراکت کی یہ قسم شرکت مفاوضہ کی ضد ہے۔ اس قسم میں کافر اور مسلمان مل کر شریک ہو سکتے ہیں۔

شرکت عنان کے لئے لازمی ہے کہ شراکت داروں کا حصہ برابر نہ ہو کوئی شریک اگر ایک لاکھ روپے کی سرمایہ کاری کرے تو دوسرا اس سے کم یا زیادہ کی سرمایہ کاری کر سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پانچ چھ حصہ داروں میں سے ایک کے سوا باقی سب کا سرمایہ یکساں ہو' صرف ایک حصہ دار کا سرمایہ زیادہ یا کم ہو۔ مراد یہ ہے کہ تمام شرکاء میں سے کسی ایک یا چند کا سرمایہ کم و بیش ہو' تاکہ سرمایہ کاری میں عدم مساوات قائم ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ تمام حصہ دار لازماً سرمایہ کاری کریں۔ اگر کوئی حصہ دار سرمایے کی بجائے خدمات میں حصہ دار ہو تو یہ مضاربت کی شکل بن جاتی ہے جس کے احکامات الگ ہیں۔

شراکت کی یہ قسم عدم مساوات کے اصول پر قائم ہوتی ہے اس لئے شرائط کے تعین میں عدم مساوات ہو سکتی ہے۔ یہ شراکت کافر اور مسلمان بھی مل کر کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں دونوں کے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ ان رکاوٹوں کو دور کر سکیں جو دین و مذہب کے فرق کی وجہ سے ان کے کاروبار کے لئے باعث ضرر ہوں۔ شرائط میں لچک کے باعث یہ شراکت بالغ اور نابالغ کے درمیان بھی ممکن ہے بشرطیکہ نابالغ کے سرپرست نے اسے اجازت دی ہو۔ عورتیں بھی اس طرح کے کاروبار میں حصہ دار بن سکتی ہیں۔

اس نوع کے کاروبار میں سرمایہ میں عدم مساوات کے باعث منافع کی تقسیم میں وہی نسبت ہوتی ہے جو نسبت

حصہ داروں کے سرمایہ میں ہو۔ اگر سرمایے کے ساتھ ساتھ بعض شرکاء اپنی خدمات بھی مہیا کریں جن کی وجہ سے کاروبار پر اثر پڑے تو ان کے منافع کی شرح بھی اسی نسبت سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے شرکت کی یہ قسم بعض اوقات مضاربت کے قریب جا پہنچتی ہے۔ جس میں ایک فریق محض سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا کاروبار کرتا ہے، سرمایہ نہیں لگاتا۔

شرکت عنان میں شرکت مفاوضہ کی طرح ہر شریک اپنے باقی شرکاء کا وکیل (Agent) ہوتا ہے اور کاروبار سے متعلق تمام اعمال کے لئے باقی کاروباری شرکاء بھی جواب دہ ہوتے ہیں۔ لیکن تمام شریک ایک دوسرے کے کفیل یا ضامن (Gaurantor) نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کاروباری تصرفات میں وہ دوسرے کے اعمال کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن قرض اور رہن کے بارے میں ایک شریک خود ہی اپنے تصرف کا ذمہ دار ہوتا ہے، باقی اس ذمہ داری سے بری ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں کاروبار کی نت نئی اقسام اور اس میں صرف ہونے والی خدمات میں ازحد تنوع ہے، اس لئے شرکت عنان کے نفع میں، نسبت کے ساتھ ساتھ شرکاء کی وہ خدمات بھی، جو کاروبار میں صرف کی جاتی ہیں، معاوضہ کا تقاضا کرتی ہیں۔ مثلاً الیکٹرانکس کا کاروبار کرنے والے دو حصہ داروں میں سے ایک حصہ دار اس کام میں مہارت رکھتا ہے تو دوران نقل و حمل اشیاء کو پہنچنے والے نقائص کو دور کرنے پر وہ اپنے کام کی اجرت بھی اخراجات میں شامل کر سکتا ہے، اپنی خدمات کا ایک طے شدہ حصہ طلب کر سکتا ہے۔ غرض یہ کہ یہ تمام شرائط معاہدہ میں مذکور ہونی چاہئیں۔

۳۔شرکت صنائع یا شرکت ابدان

صنائع، صناع کی جمع ہے۔ صناع اس شخص کو کہتے ہیں جو ہنرمند ہو، جسے کوئی ہنر آتا ہو۔ عام زبان میں ہر ہنر مند شخص صناع ہے، جیسے ویلڈر، کاتب، رنگ ریز، الیکٹریشن، طبیب، نانبائی وغیرہ۔ یہ سب پیشے ہنرمندی کی تعریف میں آتے ہیں۔ شرکت ابدان، شرکت صنائع کی متبادل اور وسیع المفہوم ترکیب ہے۔ ابدان، بدن کی جمع ہے اور یہاں بدن سے مراد جسمانی خدمات ہیں۔ مراد یہ کہ مختلف لوگوں کا سرمایے کے بغیر اپنے اپنے ہنر کو استعمال کرتے ہوئے کوئی کاروبار کر کے منفعت کے حصول کے بعد نفع کو طے شدہ اصولوں کے تحت آپس میں تقسیم کر لینا شرکت ابدان کہلاتا ہے۔

شرکت ابدان کے جواز میں فقہاء کے درمیان خفیف سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ حنفی مکتب فکر اس نوع کی شراکت کو جائز قرار دیتا ہے۔ امام شافعی اور حنفی مکتب فکر کے امام زفر اسے جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں کاروبار میں شرکت کے لئے ضروری ہے کہ اصل موجود ہو جو ان کے خیال میں سرمایہ ہے۔ حنفی فکر کے دوسرے فقہاء کے نزدیک پیدائش دولت کے لئے سرمایہ کے ساتھ محنت بھی اصل ہو سکتی ہے اور یہ ممکن ہے کہ محض محنت سے دولت کی پیدائش ہو۔ لہٰذا احناف کے نزدیک شرکت ابدان میں سرمایے کی بجائے محنت اصل ہے اس لئے یہ جائز ہے ۔ شرکت اعمال اسی کا ایک جدید نام ہے جس میں سرمائے کی جگہ خود شرکاء کا عمل ہوتا ہے ، سرمایا نہیں ہوتا مثلاً درزی یا رنگریز طے کریں کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں گے اور آمدنی آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ اس کو شرکت ابدان یا شرکت صنائع بھی کہتے ہیں (۱۰)۔ اس قسم کی شراکت بہت عام فہم اور آسان ہے اس میں نہ سرمایہ کاری ہوتی ہے اور نہ سرمایے کی جمع تفریق کا التزام۔ شرکاء آپس میں چند شرائط طے کرتے ہیں جن کی بناء پر حاصل ہونے والا منافع آپس میں تقسیم کرلیا جاتا ہے۔ ایسی شراکت عام طور پر بڑی بڑی عمارتوں میں مختلف تنصیبات کے نصب کرنے میں ہوتی ہے۔ کسی عمارت میں بجلی کے تار بچھانے اور آلات نصب کرنے کے لئے چند الیکٹریشن سارے کام کو آپس میں بانٹ کر اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہیں اور اپنے میں سے کم ہنرمند ساتھی کا حصہ نسبتاً کم رکھتے ہیں اور کام کی تکمیل پر حاصل شدہ اجرت کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ پلمبر اور دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ شراکت کی یہ قسم بہت عام ہے اور اس کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ مالکی، شافعی اور حنبلی مکتب فکر میں یہ شراکت بالکل جائز ہے۔ لیکن امام شافعی کے خیال میں اصل یعنی سرمایہ معدوم ہونے کی بناء پر حاصل ہونے والے نفع کی تقسیم مجہول ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں ہے۔ مالکی فقہاء اس کے جائز ہونے کے لئے ایک اور شرط یہ بھی عائد کرتے ہیں کہ اس میں تمام حصہ دار ایک ہی صنعت یا پیشے سے متعلق ہوں جیسے تمام الیکٹریشن یا تمام ویلڈر ہوں۔

پیشے کا فرق ان کے نزدیک صرف اسی صورت میں درست ہے جب کام کی نوعیت اس کا تقاضا کرے جیسے جدید دور میں کپڑے تیار کرنے کے لئے چند درزی اور ڈیزائنر مل کر شراکت کا آغاز کریں۔ ڈیزائنر ڈیزائن تیار

کرے اور درزی سلائی کا کام کرے۔ دونوں ایک دوسرے کے معاون تو ہیں متبادل نہیں ہو سکتے۔ مالکی فقہاء ایک شرط یہ بھی عائد کرتے ہیں کہ اس طرح کی شراکت ایک ہی جگہ پر ہو۔ اختلاف مکان کے ساتھ ہی شرکت ابدان باطل ہوجاتی ہے۔

شرکت اعمال میں منافع کی تقسیم پہلے سے طے شدہ طریقہ کے مطابق ہوتی ہے۔ کام کا حجم اگر سب کے لئے برابر ہو، جیسے سب شرکاء آٹھ گھنٹے یومیہ کام کرنے کے پابند ہوں لیکن منافع برابر برابر تقسیم نہ ہو بلکہ کسی کا حصہ کم اور کسی کا زیادہ ہو، تو یہ جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے زیادہ منافع حاصل کرنے والا ان آٹھ گھنٹوں میں زیادہ کام کرتا ہو۔ ہو سکتا ہے وہ آٹھ گھنٹے میں بجلی کے دس آلات دیوار میں نصب کرتا ہو جب کہ باقی اس سے کہیں کم کام کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اس لئے یہ جائز ہے کہ منافع کی تقسیم مختلف ہو ہرچند کہ وہ محنت میں برابر ہوں (۱۱)۔

یہی وجہ ہے کہ کام کے دوران میں ہونے والا خسارہ بھی ان کے نفع کی نسبت سے ہو گا۔ اگر کسی عمارت میں بجلی کی ٹیوب لائٹیں نصب کرنے پر دو آدمیوں میں کام دو تہائی اور ایک تہائی اجرت کے اصول پر تقسیم کیا جائے اور کام کے دوران میں کچھ ٹیوب لائٹیں ٹوٹ جائیں تو ان کی قیمت دو تہائی اور ایک تہائی کی نسبت سے حصہ داروں سے وصول کی جائے گی(۱۲)۔ (نیز دیکھئے الھدایہ، کتاب الشرکہ)

موجودہ دور میں اس طرح کی شراکت کی کئی جدید قسمیں بھی وجود میں آ چکی ہیں، جیسے چند ڈاکٹروں کا مل کر کلینک چلانا، چند استادوں کا مل کر اسکول قائم کرنا، کتابوں کی جلد بندی کے لئے کئی جلد سازوں کا مل جل کر جلد بندی کرنا، فرنیچر کی کئی قسموں میں ان کے مختلف حصوں کی تیاری میں کئی طرح کے عاملین کا کام جیسے کوئی لکڑی کی کٹائی کا کام کرے، کوئی اس کے مختلف حصوں کو جوڑ کر ڈھانچہ تیار کرے، کوئی اس کو پالش کرے اور کوئی منڈی میں اس کے بیچنے کا انتظام کرے، شراکت کی یہ تمام شکلیں شرعاً درست ہیں۔

۴۔ شرکت وجوہ

وجوہ، وجہ کی جمع ہے اور وجہ عربی میں چہرے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا سادہ سا ترجمہ یہ ہوا کہ چہروں کی شراکت، وہ شراکت جس میں محض چہرے شریک ہوں۔ اس شراکت سے مراد محض ان انسانوں کا آپس میں شریک ہو کر کاروبار کرنا ہے جن کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے اور نہ ہنر اور نہ مضاربت کے اصولوں پر وہ کاروبار کرتے ہیں بلکہ محض اپنی

ساکھ کی بناء پر کاروبار کا آغاز کرتے ہیں۔

اس شراکت کی خوبی یہ ہے کہ چند افراد جو معاشرے یا منڈی میں اچھی ساکھ کے مالک ہوں، کوئی کاروبار کریں اور منافع باہم بانٹ لیں۔ شرکت وجوہ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص نے ایک شراکت قائم کی کوئی سرمایہ نہیں لگایا بلکہ ادھار مال حاصل کر کے تجارت شروع کر دی اور یہ طے کر لیا کہ نفع آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ یہ شرکت وجوہ کہلاتی ہے(۱۳)۔

اچھا چال چلن، معاملہ فہمی، کاروباری صلاحیت، احساس ذمہ داری اور دیانت داری سے متصف افراد کی توقیر معاشرے کے تمام طبقوں میں کی جاتی ہے۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو کسی بھی کاروباری سرگرمی کے لئے ضروری ہیں۔ کاروباری حضرات منڈی میں اسی لئے بیٹھے ہوتے ہیں کہ ان کے سرمایے میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس کے لئے انہیں اپنے سرمایے کے تحفظ کی ضمانت درکار ہوتی ہے۔ جب یہ ضمانت مل جائے تو وہ سرمایہ کاری کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا خوبیاں بھی سرمایے کے تحفظ کے لئے چند ضمانتیں ہیں جو کسی بھی تاجر کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہیں کہ ان خوبیوں سے مالا مال شخص پر کی گئی سرمایہ کاری میں نقصان کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ اس کو نفع حاصل ہوتا رہے گا اور تاجر نفع کے حصول ہی کے لئے بازار میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنا مال ادھار پر دینے کے لئے بھی راضی ہو جاتا ہے۔

ادھار پر مال حاصل کر کے بیچ کر منافع کو باہم تقسیم کر لینے کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔ یوں تو یہ کاروبار اکیلے بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے شراکت کی بنیاد پر دوسروں کے ساتھ معاملے کرنے کی بھی اجازت ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص مذکورہ خوبیوں سے تو مالا مال ہو لیکن کاروبار کی نوعیت کے مطابق وہ کاروبار کرنے کا اہل نہ ہو یا اکیلے کاروبار نہ کرنا چاہتا ہو تو وہ مال کی کھپت کے لئے کسی دوسرے کو شریک کر سکتا ہے۔ یا فرض کیجئے چند افراد کسی شہر میں کاغذ یا گتے کا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک اسی شہر کا رہنے والا ہے اور وہاں کے کاروباری حلقوں میں معروف ہے۔ دوسرا کسی دوسرے شہر کے بازاروں میں اچھی شہرت کا مالک ہے۔ ایک تیسرا ساتھی کسی تیسرے شہر کا رہنے والا ہے اور وہاں کی منڈیوں اور بازاروں سے اپنی نیک نیتی اور نیک نامی کے باعث مال حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی کاغذ کی ایک قسم، جو پہلے شہر میں ملتی ہے، حاصل کرتا ہے۔ کوئی درآمدی کاغذ اور گتا لے آتا ہے۔ کوئی تیسرے شہر سے مقامی طور پر مال حاصل کر لیتا ہے اور یوں یہ سب مل کر بغیر سرمایے کے

کاروبار کی نیو ڈال لیتے ہیں اور آخر کار حاصل ہونے والا نفع طے شدہ اصول کے مطابق آپس میں بانٹ لیتے ہیں تو یہ جائز ہے۔ اس طرح کے کاروبار کا چلن کاروباری حلقوں میں عام ہے۔ اسی سے ملتا جلتا مفہوم ہمیں قانون شراکت میں ساکھ (Good will) کے نام سے ملتا ہے (۱۴)۔

شرکت وجوہ میں منافع کی تقسیم شرکاء کی ذمہ داری کی نسبت پر منحصر ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام شرکاء آپس میں برابر نفع تقسیم کرنے پر متفق ہوں بلکہ ان کا نفع ایک دوسرے سے کم و بیش بھی ہو سکتا ہے جس کے لئے بنیادی اصول کاروبار کے لئے حاصل کردہ مال کا تناسب ہے۔ پس جو شریک زیادہ مال حاصل کرتا ہے اس کا نفع بھی مال کی نسبت سے زیادہ ہے اور جو کم مال حاصل کرتا ہے اس کا حصہ مال کے حساب سے کم ہوتا ہے۔ اس قسم میں اصل مال ہے جس کی بنیاد پر نفع کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔ اسی طرح نقصان کی صورت میں بھی مال کی نسبت سے سب کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے(۱۵)۔

شرکت کی یہ قسم امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں امام اس کو اپنی اپنی وجوہ کی بنیاد پر باطل قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں کاروبار کے لئے اساس سرمایہ ہے، عمل یا وجاہت یعنی ساکھ کوئی ایسی حسی شے نہیں جس کو منضبط کر کے منافع کی تقسیم کو بھی یقینی طور پر درست اور قابل عمل بنایا جا سکے، اس لئے یہ شرعاً درست نہیں کہ شرکاء کا منافع مجہول ہو۔

امام مالک کے خیال میں کاروبار کے لئے اصل سرمایہ ہو سکتا ہے یا عمل، دونوں عناصر مل کر یا الگ الگ دولت کی پیدائش کا باعث ہوتے ہیں۔ رہی وجاہت یا ساکھ تو یہ عاملین پیدائش دولت میں سے نہیں ہے۔ مرئی ہے نہ حسی، اور نہ منضبط ہے کہ جس کی بنیاد پر نفع کی درست تقسیم یقینی ہو۔ شرکت وجوہ میں سے مال اور عمل دونوں معدوم ہیں اس لئے عاملین پیدائش دولت نہ ہونے کے باعث نفع کا تعین ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا شرکت وجوہ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ شرکت وجوہ کی یہ اقسام امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے(۱۶)۔

ایک اہم نکتہ

شراکت، کاروباری سرگرمیوں کی دوسری کئی شکلوں کی طرح ایک شکل ہے جو دولت کی پیدائش کا باعث ہوتی ہے۔ بعثت محمدی کے وقت ابتدا میں مذکورہ بالا شراکت کی چند قسمیں موجود تھیں یا جن کے جواز پر نص موجود ہے جیسے شرکہ مفاوضہ یا شرکت عنان وہ قسمیں ہیں جو جاہلی عرب معاشرے میں عام تھیں۔نابغہ الجعدی کا ایک

شعر ہے۔

وشارکنا قریشا فی نقاها   و فی احسابها شرک العنان(۱۷)

شرکت کی بعض شرائط بعد میں وضع کی گئیں۔ اسی طرح شرکہ اعمال کے بارے میں کم از کم ایک حدیث ضرور ملتی ہے جس کے مطابق ابن مسعود، عمار اور سعد رضی اللہ عنہم جب جہاد کے لئے غزوہ بدر میں شریک ہوئے تو مال غنیمت تقسیم کرنے کے لئے انہوں نے شراکت کے لئے آپس میں معاہدہ کیا۔ چنانچہ اس غزوہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دو قیدی آئے۔ باقی دونوں اصحاب خالی ہاتھ لوٹے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاہدے کی تفصیلات کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا(۱۸) جو شرکت ابدان کے جواز کے لئے ایک دلیل ہے(۱۹)۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ شرکت وجوہ شراکت کی وہ قسم ہے جس کے بارے میں ہمیں قرآن و سنت سے براہ راست احکام نہیں ملتے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جائز کیونکر ہوئی؟ دراصل اسلامی قانون کی لچک پذیری کے باعث نہ صرف مکاتب فکر وجود میں آئے بلکہ ان مکاتب فکر کے اندر بھی افکار و نظریات کا ایک تنوع ملتا ہے جس سے معاشرے کو کئی راستے میسر آتے ہیں اور معاشرے کے افراد ان میں سے کسی پر بھی چل سکتے ہیں۔ اسی ایک مثال کو دیکھئے ایک شے کو امام مالک اور امام شافعی جائز قرار نہیں دیتے کیونکہ ان کے پاس مضبوط دلائل ہیں مگر اسی شے کو کم و بیش انہی کے زمانے کا ایک فقیہ جائز قرار دیتا ہے جس کے پاس الگ سے اپنے دلائل ہیں۔ اب یہاں آکر فیصلہ دلائل کی طاقت اور حالات زمانہ کی رعایت پر ہو گا جس کے دلائل مضبوط ہوں گے اور جس کی رائے عامہ الناس کے لئے باعث سہولت ہو گی اور عقل کی کسوٹی پر پورا اترے گی وہی رائے سند قبولیت حاصل کرے گی اور معاشرے میں جاری ہو گی۔

شرکت کی جدید اقسام

شرکت کی جو اقسام اوپر بیان کی گئی ہیں، وہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اور بعدازاں ممالک اسلامیہ میں مروج تھیں۔ حالات زمانہ خصوصا" تجارتی حالات بدلنے سے شرکت کی ان اقسام میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ آج کل شرکت کی درج ذیل اقسام مروج ہیں۔

۱۔ شراکت: پاکستان میں شراکت ایکٹ ۱۹۳۲ء کے تحت شراکت قائم کی جا سکتی ہے، جو شرکت عنان (مندرجہ بالا)

کی مانند ہے۔ اس قسم میں شرکاء کی ذمہ داری لامحدود ہوتی ہے۔

۲۔ محدود ذمہ داری کی حامل شرکت: پاکستان میں اس طرح کی شرکت، کمپنیز آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کے تحت قائم کی جاتی ہے۔ اس میں ہر حصہ دار جس قدر رقم کاروبار کے لئے پیش اور ادا کرتا ہے نقصان کی صورت میں اس پر اس سے زائد مالی بار نہیں ڈالا جاتا۔ اس قسم میں شرکاء کی ذمہ داری محدود ہوتی ہے۔ یہ شرکت قانونی شخصیت (Legal Person) کی حیثیت رکھتی ہے اور حصہ داروں سے مختلف حقوق و فرائض اور شخصیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے نام کے ساتھ لمیٹڈ کا لفظ برائے شناخت لگایا جاتا ہے۔ اس کی بعض شرائط شرکت عنان سے ملتی جلتی ہیں اور کچھ شرائط مختلف ہیں۔

۳۔ کوآپریٹو سوسائٹی: یہ شرکت محدود ذمہ داری جیسی شرائط کی حامل ہوتی ہے۔ اس کے نام کے ساتھ برائے شناخت کوآپریٹو کا لفظ لگایا جاتا ہے۔

درج بالا تینوں جدید اقسام شراکت کی شرائط کلیتا" خلاف اسلام نہیں، لیکن ناجائز کاروبار کریں تو بدیں وجہ ناجائز قرار پاتی ہیں۔

مضاربت

مضاربت شراکت ہی کی ایک شکل ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اسے شرکہ المضاربہ کا نام دیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس سے متعلق بحث کو شرکات کی ذیل میں سمیٹا ہے۔ لیکن "کتاب الفقه علىٰ المذاهب الاربعة" میں عبدالرحمٰن جزیری نے اس کے لئے مستقل عنوان قائم کرکے شرکات کی بحث سے قبل اس پر گفتگو کی ہے۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ میں مضاربت کے لئے مستقل عنوان قائم کر کے اسے شرکات کے بعد لایا گیا ہے۔ قدیم فقہاء نے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر رائے ظاہر کی ہے۔ "مغنی المحتاج" میں ابی زکریا یحییٰ بن شرف نودی نے شرکات کے مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد وکالہ، اقرار، عاریہ، غصب اور شفعہ سے متعلق موضوعات پر بحث کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مضاربت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ تقریباً یہی اسلوب "فتح القدیر" میں دیکھا جا سکتا ہے جس میں ابن ہمام نے شرکات کے بعد وقف، بیوع، صرف، کفالہ، حوالہ، ادب القاضی، شہادات، وکالہ، دعویٰ، اقرار اور صلح کے مسائل پر گفتگو کے بعد مضاربت کے مسائل پر بحث کی ہے۔ لہٰذا شراکت اور مضاربت کے بارے میں ہمیں قدیم اور جدید دو مختلف نقطہ ہائے نظر آتے ہیں۔ کچھ بھی ہو یہ بات طے ہے کہ یہ دونوں قسمیں دو یا دو سے زائد کاروبار شریک

افراد کے کاروبار سے متعلق موضوعات کے بارے میں بحث ہے جس کو وقت کے تقاضوں کے مطابق کسی بھی علمی ترتیب پر لایا جاسکتا ہے۔

لفظ مضاربت کی لغوی تحقیق

لفظ مضاربت اردو کے دینی اور اقتصادی و قانونی حلقوں میں اب عام فہم اور معروف ہے۔ کتب فقہ میں اس کے لئے قراض کی اصطلاح بھی مستعمل اور عام فہم ہے۔ قراض قرض سے نکلا ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ قراض کی ایک تعریف یوں ہے۔

وهوا لقطع لان المالک يقطع للعامل قطعه من ماله(۲۰)

قراض کاٹنے کو کہتے ہیں کیونکہ سرمایہ کار اپنے مال کا کچھ حصہ کاٹ کر عامل (کاروبار کرنے والا) کو دے دیتا ہے۔

قراض ہی سے مشتق ایک اور لفظ مقارضہ بھی اس کا مترادف ہے۔ یہ تصور اہل حجاز کا ہے۔ اہل عراق البتہ مضاربہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر مضاربہ لفظ ضرب سے نکلا ہے۔ ضرب کا ایک معنی سفر ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "**واذا ضربتم فی الارض**" یعنی جب تم نے زمین میں سفر کیا۔ ضرب اردو میں بھی معروف ہے اس کا ایک معنی تقریباً وہی ہے جو عرب استعمال کرتے ہیں۔ یہ معنی چوٹ یا ٹکراؤ ہے۔ اسم مفعول کے وزن پر مضروب قانون و عدالتی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی حادثے یا لڑائی جھگڑے یا ٹکراؤ میں چوٹیں آئی ہوں۔ سفر کے لئے نکلنے پر گھوڑے کے سم جب زمین سے ٹکراتے ہیں تو یہ بھی زمین پر ضرب یا چوٹ کی ایک کیفیت ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں سفر کے لئے مجازاً ضرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انہی مجازی معنوں کو فقہاء نے تجارتی سفر کے ہم معنی لے کر اس کے لئے مضاربہ کی باقاعدہ اصطلاح وضع کی ہے۔

مضاربہ باب مفاعلہ کے وزن پر ہے۔اس باب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دو افراد یا فریقین کے درمیان عمل کی کوئی کیفیت ملتی ہے۔ جیسے موازنہ دو اشیاء ہی کے درمیان ہو سکتا ہے، مقابلہ بھی دو فریقوں کے درمیان ہی ممکن ہے، مظاہرہ میں بھی ایک فریق اپنے خیالات کو دوسرے فریق کے سامنے ایک مخصوص انداز میں ظاہر کرتا ہے۔ معاملہ دو فریقوں کے درمیان تعامل کا نام ہے۔ اسی طرح مضاربہ بھی دو فریقوں کے درمیان تجارتی سفر کے ثمرات کی تقسیم کا نام ہے۔

مضاربت فقہ اسلامی میں

فقہ اسلامی میں مضاربت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص یا فریق دوسرے شخص یا فریق کو سرمایہ فراہم کرے جس سے وہ کاروبار کر کے منافع حاصل کرے' بعد ازاں وہ دونوں اس منافع کو آپس میں پہلے سے طے شدہ شرائط پر تقسیم کرلیں۔ مغنی المحتاج میں آتا ہے۔

فهو ان يد فع اليه مالايتجرفيه والربح مشتركا بينهما(۲۱)

مضاربہ یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو تجارت کے لئے مال دے جس کا نفع دونوں میں مشترک ہو۔

مجلّہ الاحکام العدلیہ میں مضاربت کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ مضاربت شرکت کی ایک شکل ہے جس میں راس المال ایک شریک کا ہوتا ہے اور سعی و عمل دوسرے شریک کا' راس المال والے شریک کو صاحب المال' اور جس کا عمل ہوتا ہے اسے مضارب کہتے ہیں(۲۲)۔

فقہ کی دوسری کتب اور مختلف مذاہب فقہ میں مضاربت کی تعریف میں الفاظ کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مضاربت بہت معروف کاروباری طریقہ رہا ہے حتیٰ کہ ایام جاہلیت میں بھی اس کا وجود ثابت ہے۔ تمام فقہاء میں اس کے جواز پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس میں مال کی نوع یا مقدار تو بدل سکتی ہے جس سے فقہاء کو فنی طور پر غرض نہیں لیکن کاروبار کی اس حالت میں اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی تعریف اور جواز میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شرعی اعتبار سے مضاربت کاروبار کا ایک جائز طریقہ ہے۔ رسول اللہ کے سامنے مضاربت کامعاملہ لایا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔ ابن عباس سے روایت ہے

كان سيد نا عباس بن عبد المطلب اذا د فع المال مضاربة اشترط على صاحبه ان لا يسلك به بحرا ولا ينزل به واديا' ولا يشترى به دابة ذات كبد رطبه فان فعل ذلك ضمن فبلغ شرطه رسول الله عليه وسلم فاجازه (۲۳)

سیدنا عباس بن عبدالمطلب نے جب مضاربت کے لئے مال دیا تو مضارب پر شرط عائد کی کہ وہ اس مال کے ساتھ سمندری راستہ اختیار نہیں کرے گا' نہ وادی میں اترے گا' اور نہ اس سے سواری خریدے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو نقصان کی صورت میں تاوان ادا کرے گا جب یہ

شرائط رسول اللہ کے علم میں آئیں تو انہوں نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مضاربت کو شرعاً" جائز ثابت کرنے کے لئے وہ احادیث بھی بطور دلیل موجود ہیں جو شرکت کے ضمن میں گزر چکی ہیں کیونکہ مضاربت شرکت ہی کی ایک شکل ہے۔

مضاربت کے ارکان

مضاربت بھی عہد یا معاہدہ کی ایک قسم ہے۔ فقہاء کے نزدیک اس کے ارکان بھی وہی ہیں جو عقد یا معاہدہ کے ہیں۔ جب سرمایہ کار مضارب کو سرمایہ فراہم کر دے تو ایجاب و قبول واقع ہو جاتا ہے لہذا احناف کے نزدیک عقد کا صرف ایک رکن ہونے کے باعث مضاربت کا معاہدہ مکمل ہو گیا۔ ایجاب و قبول' الفاظ کے ادا کرنے سے بھی ہو سکتے ہیں اور الفاظ وہی ہوں گے جو مضاربت کا مفہوم ادا کر رہے ہوں(۲۴)۔

احناف کے نزدیک مضاربت کا ایک رکن صیغہ 'یعنی ایجاب اور قبول ہے۔

جمہور فقہاء کے خیال میں مضاربت تین ارکان سے عبارت ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اولاً۔ فریقین' جو سرمایہ کار اور عامل یعنی کاروبار کرنے والے ہیں۔

ثانیاً"۔ معقود علیہ' اس سے مراد وہ شے ہے جس کے بارے میں معاہدہ کیا جا رہا ہو۔ یہاں پر معقود علیہ میں سرمایہ' عمل اور منافع تین اجزاء شامل ہیں جن کے بارے میں فریقین معاہدہ کرتے ہیں۔

ثالثاً"۔ صیغہ' جو ایجاب اور قبول پر مشتمل ہے۔

شافعی مکتب فکر دوسرے رکن کے تفصیلی اجزاء میں سے ہر ایک کو مستقل رکن قرار دیتا ہے۔ ان کے نزدیک ارکان کی تقسیم قدرے مختلف ہے۔ یہ تقسیم پانچ ارکان پر مشتمل ہے۔

۱۔ مال' جو سرمایہ بھی ہو سکتا ہے اور مال تجارت بھی' یہ سرمایہ کار کی طرف سے ہوتا ہے۔

۲۔ عمل' اس میں مضارب کی ذہنی' جسمانی اور تنظیمی محنت شامل ہے۔

۳۔ منافع' اخراجات نکال کر اصل زر کے باقی رہتے ہوئے مال میں اضافہ' نفع کہلاتا ہے۔

۴۔ صیغہ' ایجاب اور قبول پر مشتمل ہوتا ہے۔

۵۔ عاقدان' سرمایہ کار اور محنت کش' عامل یا مضارب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

یہ تمام ارکان کم و بیش وہی ہیں جو شرکت اور عقد کی گفتگو میں زیر بحث آ چکے ہیں اور ان کے جملہ احکام بھی

وہی ہے۔

مضاربت کی اقسام

ارکان کے اعتبار سے مضاربت کی ایک ہی قسم ہے جس کے تحت سرمایہ کار سرمایہ فراہم کرنے پر مضارب کے ساتھ نفع میں شریک ہو جاتا ہے۔ یوں نظری اعتبار سے مضاربت کی ایک ہی قسم پائی جاتی ہے۔ لیکن شرائط کے اعتبار سے مضاربت دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ جیساکہ گزشتہ حدیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے جس میں حضرت عباسؓ نے دو کام کئے اور حضور علیہ الصلوۃ نے دونوں کی اجازت دے دی۔ ایک تو مضاربت کے لئے ایک شخص کو مال دیا۔ پھر کچھ شرائط عائد کیں۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ درست شرائط وہیں پر عائد ہو سکتی ہیں جہاں کسی جائز معاملہ پر فریقین کے درمیان بات چیت ہو رہی ہو۔ حرام مال کا لین دین کتنی ہی عمدہ اور درست شرائط پر کیوں نہ کیا جائے' اس کا جواز ہرگز پیدا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ نے درحقیقت مضاربت کو جائز قرار دیتے ہوئے باقی شرائط کو درست فرمایا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرائط کے اعتبار سے مضاربت کی ہیئت بھی بدل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجلّہ الاحکام العدلیہ میں مضاربت کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ مضاربت مطلقہ وہ ہے جس میں زمان' مقام' خاص قسم کی تجارت یا متعین بائع' یا مشتری کی کوئی قید نہ ہو اور اگر ان میں سے کوئی قید ہو تو مضاربت مقیدہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہہ دیا کہ فلاں وقت یا جگہ پر کام کرو' فلاں مال خریدو' یا فلاں شخص کی خدمت سے استفادہ کرو' یا فلاں مقام کے باشندوں سے کام لو' ان قیود میں سے کوئی بھی موجود ہو تو مضاربت مقیدہ ہو گی(۲۵)۔

مضاربت کے لئے بنیادی شرائط

فریقین کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے علاوہ مضاربت کی اپنی کچھ شرائط بھی ہیں جن میں سے بعض کے نہ ہونے سے مضاربت کالعدم ہو جاتی ہے۔ یہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ شرط وکالت۔ مضاربت کے معاملہ میں صاحب مال اور مضارب میں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو وکالت کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کار کے سرمایے کا استعمال کرنے کا لامحالہ یہی مطلب نکلتا ہے کہ سرمایہ کار وکیل (Agent) مقرر کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مضارب وکیل بننے کا اہل ہو(۲۶)۔

۲۔ مال میں اہلیت۔ مضاربت میں دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مال یا سرمایہ' جو مضاربت میں معاہدہ کی بنیاد

بن رہا ہو، اس قابل ہو کہ راس المال بن سکے۔ ممکن ہے کہ وہ مال بھی ہو، مال تجارت بھی ہو، سرمایہ بھی ہو، لیکن راس المال نہ بن سکے۔ مثلاً سرمایہ کار کسی محنت کار سے کہے کہ میرے ایک لاکھ روپے جو فلاں کے ذمہ واجب الادا ہیں، انہیں راس المال بنا کر تجارت شروع کرو تو یہ جائز نہیں کیونکہ سرمایے میں راس المال بننے کی اہلیت موجود نہیں لیکن مضارب یہ شرط قبول کرتے ہوئے مقروض سے ایک لاکھ روپے وصول کر کے کاروبار شروع کر دے تو یہ جائز ہو گا(۲۷)۔

۳۔ **راس المال کا قابل انتقال ہونا۔** مضاربت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ راس المال معلوم اور قابل انتقال ہو اور فریقین کے حصے متعین کر دیئے گئے ہوں جیسے نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں، یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے، یا ایک تہائی اور دو تہائی کی نسبت سے منافع تقسیم ہو تو یہ سب جائز ہے۔ یہ چیزیں طے شدہ نہ ہوں تو نفع میں دونوں کا حصہ برابر برابر ہو گا(۲۷)۔

مضاربت کے عمومی مسائل

مجلّہ الاحکام العدلیہ میں بڑے منضبط انداز میں مضاربت کے احکام الگ الگ بیان کئے گئے ہیں جس کی چیدہ چیدہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے۔

مضاربت کے معاہدے میں مضارب کی حیثیت سرمایہ کار کے مال کے امین کی ہے۔ اس لئے دوران تجارت میں بغیر اس کی بدنیتی، لاپروائی، اور غفلت کے مال تلف ہو جائے تو مضارب پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ البتہ مقید مضاربت کی صورت میں مضارب کی ذمہ داری قدرے بڑھ جاتی ہے۔ سرمایہ کار نے اگر سرمایہ فراہم کر کے کچھ پابندیاں عائد کر دی ہوں تو مضارب کی طرف سے ان پابندیوں کی خلاف ورزی پر تاوان واجب آتا ہے، چاہے اس نے کتنی ہی نیک نیتی سے کام کیا ہو۔ جیسے کوئی سرمایہ کار اپنے شریک مضارب سے حفظ ماتقدم کے طور پر کہے کہ کاروبار میں جملہ لین دین چیک یا ڈرافٹ کے ذریعے کیا جائے کیونکہ نقدی کی صورت میں اتلاف کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ اس قول نے مضاربت کو مقید کر دیا۔ اب اگر مضارب نے کاروبار کے لئے بینک سے کچھ رقم نکلوائی اور راستے میں ڈاکوؤں نے اسے لوٹ لیا تو سارا تاوان مضارب کے ذمہ ہو گا۔

مضاربت میں مقامی رسم و رواج اور منڈیوں میں رائج طریق کار کے مطابق چلنا ضروری ہے۔ چاہے یہ شرط ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح مقامی عرف پر عمل جائز ہے۔ جیسے تاجر حضرات مختصر وقت کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ

ادھار پر معاملہ کرتے ہیں۔ یہ جائز ہے' چاہے معاہدے میں اس قسم کے ادھار کا ذکر صراحتاً موجود ہو' یا نہ ہو۔ مضارب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مال تجارت میں سے کسی کو کچھ ہبہ کرے۔ اسی طرح کاروبار کے سلسلے میں وہ وہی اخراجات کرنے کا مجاز ہے جو کاروبار کے لئے بالعموم ضروری ہوتے ہیں۔ ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑے تو عام طور پر ریل کے ذریعے سفر کرنے والا بذریعہ ریل ہی جائے' ہوائی جہاز کے ذریعے سفر نہ کرے۔ اگر ہوائی جہاز کا سفر کاروبار کے لئے ناگزیر ہو تو عام درجے میں سفر کرے کیونکہ عام طور پر اسی میں سفر کیا جاتا ہے۔ دوسرے شہروں میں جا کر ہوٹلوں میں ٹھہرنا پڑے تو اپنی حیثیت کے مطابق قیام کرے اور اپنا مال خرچ کرے۔ دوران کاروبار اگر اس راس المال کا کچھ حصہ اتفاقاً تلف ہو جائے تو اولاً اسے منافع میں سے پورا کیا جاتا ہے اور اگر یہ نقصان نفع سے بڑھ جائے تو پھر راس المال سے پورا کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر دو صورتوں میں یہ نقصان مضارب سے ہرگز پورا نہیں کیا جاتا حتیٰ کہ اگر شرائط معاہدہ میں بھی مذکور ہو کہ اتفاقی نقصان کی صورت میں مضارب تمام نقصان کا یا اس کے کچھ حصہ پورا کرنے کا روادار ہو گا تو یہ شرط درست نہیں۔ اس لئے مضارب کچھ نہ بھی دے تو جائز ہے۔

مضاربت موجودہ دور میں

دور جدید کہ جس میں فرد' تنظیمیں اور حکومتیں سود کے بے رحم شکنجے میں جکڑی ہوئی ہیں' مضاربت کا تصور عام کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ خاص طور پر افراد جو اپنی نقدی یا امانتیں بینکوں میں رکھتے ہیں' یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی امانتیں سود کی آمیزش سے پاک رہیں' ان کی جمع شدہ رقوم کو کسی مفید کام میں لانا بھی ملک کی قومی تعمیرو ترقی کے لئے ضروری ہے لیکن جب تک اسلامی علوم لوگوں کے ذہنوں کو سیراب نہ کریں یہ کام عملاً دشوار ہو گا۔

بینکوں میں کھاتہ داروں کی جمع شدہ رقوم کو کسی کاروبار میں لگا کر منفعت حاصل کرنے کا تصور اب زیادہ غیر معروف نہیں رہا۔ یہ بری بھلی شکل میں وطن عزیز میں اس وقت بھی رائج ہے اگرچہ دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے حلقوں کی جانب سے اس پر اٹھائے گئے اعتراضات اب بھی موجود ہیں۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کام کو شروع کرنے والوں نے اس کی ابتداء خشت اول سے کی ہے جو صدیوں کے خلا کے بعد ممکن ہوئی ہے۔ خلا کے اس دور میں انسانی معاشیات کا سفر تو جاری رہا لیکن اسلامی معاشیات کی مشعل کے بغیر۔ یہی وجہ ہے کہ منڈیوں بازاروں میں آلات و اوزار کے بدل جانے سے معیشت نے آج ایک نئی اپچ اختیار کر لی ہے لیکن مسلمانوں سے سیاسی اقتدار چھن جانے کے باعث ان کا اجتہاد فکری پگڈنڈیوں پر تو رواں رہا عمل کی سان پر نہ پرکھا جا سکا۔

چنانچہ اب جب کہ اس کام کا آغاز ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ درمیان میں سے وقت کی کئی کڑیاں گم ہیں جس کے باعث حلقہ زنجیر نامکمل ہے۔ یہ خلا پر کرنے کے لئے تین ممکنہ ذرائع ہیں :

اولاً اس بات پر غیر متزلزل ایمان کہ اسلام نہ صرف ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے بلکہ آج بھی قابل عمل ہے۔

ثالثاً ۔ مسلسل جدوجہد، غور و فکر اور تدبر کہ جو شے ہمارے ایمان میں داخل ہو اس کی عملی تطبیق کے لئے ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

ثانیاً۔ اللہ سے دعا کہ وہ ہماری رہنمائی کرے تاکہ اس کا دین اہل دنیا کے لئے باعث نجات ہو۔

مزید مطالعے کے لئے

اس مضمون میں اسلامی معیشت کے چند پہلوؤں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ تفصیل جاننے کے لئے خواہش مند اصحاب مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ ربو اور مضاربت، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

۲۔ شرکت و مضاربت کے شرعی اصول، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، لاہور

۳۔ اسلام کے معاشی نظریے جلد اول، ڈاکٹر محمد یوسف الدین، کراچی

۴۔ اسلام کا اقتصادی نظام، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، لاہور

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ابن اثیر: جامع الاصول، بیروت، ۱۹۸۰، ج ۲، ص ۱۰۸

۲۔ ابن قدامہ : المغنی، دارالمنار، ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۱

۳۔ سرخسی : المبسوط، بیروت، ۱۹۷۸ء، ج ۱۱، ص ۱۵۱

۴۔ حوالہ کے لئے دیکھئے السرخسی، المبسوط، ج ۲۲

۵۔ شامی، : رد المحتار علی د رالمختار، کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ

۶۔ دسوقی : حاشیہ علی شرح الکبیر، بیروت، ج ۳، ص ۳۴۸

۷۔ ابن قدامہ : المغنی، ج ۵، ص ۱

۸- Section 4, Partnership Act IX of 1932

۹- مرغینانی : **الھدایۃ، کتاب الشرکۃ**

۱۰- مجلّہ الاحکام العدلیہ، دفعہ ۱۳۳۲(۲) کراچی، قدیمی کتب خانہ

۱۱- مجلّہ : حوالہ ایضاً

۱۲- مجلّہ دفعہ ۱۳۹۳ حوالہ ایضاً

۱۳- مجلّہ : دفعہ (۳) ۱۳۳۲ حوالہ ایضاً

۱۴- Section 55, Partnership Act-Ibid.

۱۵- مجلّہ : دفعہ ۱۳۹۹ تا ۱۴۰۳ حوالہ ایضاً

۱۶- فقہاء کی آراء کے لئے دیکھئے **بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد لابن رشد**، لاہور، ۱۹۸۴ء، **کتاب الشرکۃ**، ص ۱۸۹ وما بعد

۱۷- سرخسی : **المبسوط**، ج ۱۱، ص ۱۵۱

۱۸- ابن اثیر : **جامع الاصول**، ج ۶، ص ۱۰۸

۱۹- تفصیل کے لئے دیکھئے، الزحیلی : **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، دمشق، ۱۹۸۹ء، ج ۴

۲۰- نووی : **معنی المحتاج کتاب القراض**، بیروت، ج ۲، ص ۳۰۹

۲۱- نووی : ایضاً

۲۲- مجلّہ : دفعہ ۱۴۰۴

۲۲- **ہیثمی** : مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۴۱

۲۳- زحیلی : ص ۸۳۹

۲۴- مجلّہ : دفعہ ۱۴۰۷

۲۵- مجلّہ : دفعہ ۱۴۰۸

۲۶- مجلّہ : دفعہ ۱۴۰۹

۲۷- مجلّہ : دفعہ ۱۴۱۱

مصادر و مراجع

۱۔ ابن اثیر: مبارک بن محمد (۶۰۶ھ) "جامع الاصول من احادیث الرسول" بیروت، ۱۹۸۰ء، مطبع المحمدیہ، ۱۹۴۹ء۔

۲۔ ابن قدامہ: عبداللہ بن احمد بن محمد (۶۲۰ھ) "المغنی" دار المنار، ۱۳۶۷ھ

۳۔ سرخسی: شمس الدین (۴۸۳ھ) "کتاب المبسوط" بیروت، دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ، جلد ۱۱

۴۔ ابن عابدین: محمد امین (۱۲۵۲ھ) "رد المحتار علی الدر المختار" کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ

۵۔ دسوقی: شمس الدین الشیخ محمد (....) "حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر" بیروت، دار الفکر

۶۔ مجلہ: مجلہ الاحکام العدلیہ، کراچی، قدیمی کتاب خانہ

۷۔ مرغینانی: برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر (۵۹۳ھ) "الہدایہ" کراچی، قرآن محل

۸۔ زحیلی: وہبہ، ڈاکٹر، "الفقہ الاسلامی وادلتہ" دمشق، دار الفکر، ۱۹۸۶ء

۹۔ نووی: یحییٰ بن شرف الدین (۶۷۶ھ) "مغنی المحتاج" بیروت، داراحیاء التراث العربی

۱۰۔ ابن رشد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد (۵۹۵ھ) "بدایۃ المجتہد ونہایہ المقتصد" بیروت، موسسہ ناصر للثقافہ

۱۱۔ ہیثمی: نور الدین علی بن ابی بکر (۸۰۷ھ) "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء

''مطالعہ اسلامی قانون'' کے مطبوعہ مضامین

	ابتدائی کورس
۱۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ اوّل۔قرآن
۲۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ دوم۔سنت
۳۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ سوم۔اجماع
۴۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ چہارم۔قیاس
۵۔	اجتہاد کی تعریف
۶۔	اسلام میں قانون سازی کا تصور اور طریق کار
۷۔	دینی مسائل میں اختلافات، اسباب اور ان کا حل
۸۔	اسلام کا قانون نکاح وطلاق
۹۔	اسلام کا قانون وراثت ووصیت
۱۰۔	اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ
۱۱۔	اسلام کا تصور ملکیت ومال
۱۲۔	اسلام کا تصور معاہدہ
۱۳۔	اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور
۱۴۔	مزارعت اور مساقات
۱۵۔	اسلام کا نظام محاصل
۱۶۔	اسلام کا نظام مصارف
۱۷۔	اسلام میں عدل وقضاء کا تصور
۱۸۔	اسلام کا نظام احتساب
۱۹۔	اسلامی نظام عدل وقضاء میں شہادت کا تصور
۲۰۔	اسلام کا تصور جرم وسزا
۲۱۔	اسلام کا فوجداری قانون
۲۲۔	اسلام کا دستوری قانون
۲۳۔	اسلام کا قانون بین الممالک
۲۴۔	اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری

	اختصاصی مطالعہ: اصول فقہ کورس
۱۔	علم اصولِ فقہ: ایک تعارف (حصہ اوّل)
۲۔	علم اصولِ فقہ: ایک تعارف (حصہ دوم)
۳۔	قرآن
۴۔	سنت
۵۔	سنّت کی حجیت کا جائزہ
۶۔	اجماع
۷۔	قیاس
۸۔	شرائع سابقہ۔اقوالِ صحابہؓ۔استصلاح
۹۔	استحسان۔استصحاب۔استدلال
۱۰۔	عُرف اور سدّ ذرائع
۱۱۔	حکمِ شرعی۔۱ (حکمِ تکلیفی)
۱۲۔	حکمِ شرعی۔۲ (حکمِ وضعی)
۱۳۔	خاص
۱۴۔	عام۔مشترک۔حقیقت ومجاز۔صریح وکنایہ
۱۵۔	دلالات
۱۶۔	اسلام کا نظریۂ اجتہاد
۱۷۔	مناہج واسالیبِ اجتہاد
۱۸۔	تقنین (اسلامی احکام کی ضابطہ بندی)
۱۹۔	پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل
۲۰۔	فقہ حنفی وفقہ مالکی
۲۱۔	فقہ شافعی وفقہ حنبلی
۲۲۔	فقہ جعفری وفقہ ظاہری
۲۳۔	قواعد کلیہ (حصہ اوّل)
۲۴۔	قواعد کلّیہ (حصہ دوم)